یق کراتے یا بغیر استفسار علمار کی جانب سے انھیں وضاحت ملتی تھی۔ علمار کی
ہوں وفیصلوں پر عمل کرتے تھے لیکن یہ طے شدہ ہے کہ سلاطین کی یہ تحقیق وجستجو
فقہی مسائل سے ان کی دلچسپی ظاہر کرتی ہے علمار کی تشریح و توضیح اس دلچسپی
بڑھانے میں یقیناً ممد و معاون ثابت ہوئی ہوگی۔

(باقی آئندہ)

اعلان

حضرت مفتی صاحبؒ کے سلسلے میں جو خاص نمبر شائع ہونے جارہا ہے اس کی تاخیر کی اصل وجہ حضرت مولانا سعید احمد اکبرآبادی صاحب ایڈیٹر رسالہ برہان کی طویل علالت ہے۔ آپ سے ان کی صحت کلّی کے لئے دعا کی استدعا کرتا ہوں اور انشاء اللہ تعالیٰ میری یہ کوشش رہے گی کہ یہ شاندار معیاری نمبر حضرت مفتی صاحبؒ کے شایانِ شان بہت جلد شائع ہو اور حضرت مفتی صاحبؒ کے نام سے ایک اکیڈمی قائم کی جائے اور ان کی میموریل سوسائٹی یقیناً بنی چاہیئے اور مفتی عتیق الرحمٰن روڈ جامع مسجد کے علاقے میں قائم کی جائے۔ اس لئے دہلی اور باہر کے حضرات، حضرت مفتی صاحبؒ کے معتقدین اور محسنین سے اپیل کرتا ہوں کہ اس معاملے میں پوری دلچسپی لیں، میں آپ کا ممنون ہوں گا۔ شکریہ!

خادم
عمید الرحمٰن عثمانی
منیجر رسالہ برہان دہلی

بقیہ: دقیقی طوسی

زبس بانگ اسپان و جوش وخروش
ہمی نالۂ کوس نشنیدہ گوش
درافشانِ بسیار افراشتہ
سر نیزہا زابر بگزاشتہ

بقول مولانا شبلی فردوسی نے بے شبہ اس وصف کو کمال تک پہنچایا لیکن حقیقت ہے کہ یہ وہی شراب ہے جو دوبارہ کھینچ کر لائی گئی ہے۔

اس مختصر لیکن جامع تذکرے سے میں اس نتیجہ پر پہنچی ہوں کہ دقیقی طوسی حقیقت میں سامانی دور کا ایک بڑا شاعر ہے۔ اپنی گوناگوں شاعرانہ خوبیوں کی بنا پر دقیقی کا نام تاریخ ادبیات ایران میں زندۂ جاوید رہے گا۔

مطالعہ کتب

۱۔ تاریخ ادبیات ایران — رضازادہ شفق
۲۔ شعر العجم — شبلی نعمانی
۳۔ صنادید عجم — مہدی حسن ناصری
۴۔ تاریخ ادبیات در ایران — ذبیح اللہ صفا
۵۔ LITERERY HISTORY OF PERSIAN — براؤن
۶۔ لغت نامہ دھخدا — (دش ۔ دل صفحہ نمبر ۷۰)
۷۔ سخن و سخنوراں — (ج ۱ ص ۱۲)

امیرالامراء رئیس الاولیاء
حضرت خواجہ عبیداللہ احرار نقشبندیؒ
ایک مطالعہ

جناب تقی انور صاحب علوی کاکوروی

(۳)

حضرت خواجہ کے شکل وشمائل

اگرچہ ملفوظات میں اس قسم کے بکثرت واقعات کا تذکرہ ہے مگر میں نے صرف وہ چند امور نقل کیے ہیں جن کا تاریخی ثبوت بھی فراہم ہے۔ دوسرے بعض واقعات مورخین کی تنقیدی نگاہ میں ہر چند کہ استناد کے درجہ تک نہیں پہنچتے۔ مگر ہم کو ان کے مطالعہ نے اس طرف متوجہ کیا کہ حضرت خواجہ کے ظاہری اکتسابات شکل وشمائل اور روزمرہ کی زندگی ومعاشرت کا بھی ملفوظات سے مطالعہ کریں تاکہ اندازہ ہوسکے کہ دراصل آپ میں وہ صفات ظاہری بھی موجود تھے جن کا جامع ہونا ایسی اہم خدمات کے سرانجام دینے کے لئے ضروری ہے۔

صورت

حضرت خواجہ کے اصحاب میں سے ایک شخص کا بیان ہے کہ میں ایک روز حضرت خواجہ نظام الدین سمرقندیؒ کی خدمت میں حاضر تھا۔ اتنے میں ایک حسین جوان آیا جس کا چہرہ

انتہائی نورانی اور بارعب و جلال تھا، اور وہ تھوڑی دیر بیٹھ کر واپس آگیا۔ اس کے چلے جانے کے بعد حضرت مخدوم نظام الدینؒ سے میں نے پوچھا کہ یہ کون شخص تھے۔ انہوں نے بتایا کہ یہی خواجہ عبید اللہ احرارؒ ہیں۔

حفظِ ادب

ایک ارادت مند کا بیان ہے کہ میں نے پینتیس[۳۵] سال آپ کی خدمت کی اور خلوت و جلوت میں ساتھ رہا۔ اس طویل مدت میں آپ کو کبھی کوئی ایسی بات کرتے نہیں دیکھا جس سے دوسرے کی طبیعت مکدر ہوتی ہو۔ کبھی آپ نے سیب یا انگور کھانے کے بعد چھلکا منہ سے نکال کر نہیں پھینکا اور نہ بلغم یا رطوبت کو اس طرح کھنکھار کر خارج کیا کہ دوسرے کو کراہت ہوئی ہو۔

ایثار

آپ کا اپنا بیان ہے کہ ابتدا میں جب میں موضع ہری میں تھا تو میرے افلاس کا یہ حال تھا کہ پیسہ کوڑی تو درکنار صرف ایک پگڑی تھی اور وہ بھی اس قدر چھوٹی اور بوسیدہ کہ ایک طرف کا پیچ ٹھیک کرتا تھا تو دوسری طرف سے کھل جاتی تھی۔ ایک روز اتفاقاً بازار سے گذر رہا تھا کہ ایک فقیر نے مجھ سے سوال کیا میرے پاس سوا اس پگڑی کے کچھ نہ تھا۔ میں نے فوراً اتار کر ایک نانبائی کو دی اور کہا کہ یہ پاک ہے اس کو لے لو دیگ پونچھنے کے کام آئے گی اور اس کے عوض اس فقیر کو کچھ کھلا دو۔

خدمتِ خلق

آپ نے بیان فرمایا کہ میں جس زمانہ میں سمرقند میں مولانا قطب الدین کے مدرسہ میں تھا تو کئی آدمیوں کی جو ایک ہی قسم کے متعدی مرض میں مبتلا تھے خدمت کرتا تھا۔ ان کو پاخانہ پیشاب تک کا ہوش نہ تھا۔ دن و رات میں کئی کئی مرتبہ ہر شخص کے کپڑے نجاست سے خراب ہوتے تھے جن کو میں برابر دھویا کرتا تھا۔ آخر مجھ کو بھی یہی مرض لاحق ہو گیا جو ان لوگوں

تھا۔ ایک رات میں سخت تپ محرقہ میں بھن رہا تھا۔ اس حالت میں بھی کئی گھڑے پانی
کر میں نے ان بیماروں کے کپڑے اور بستر دھوئے اور جس زمانہ میں ہری میں
ا پیر ہری کے فارم میں جاکر لوگوں کی خدمت کیا کرتا تھا۔ بعض دفعہ پندرہ سولہ آدمیوں
، ایک ساتھ خدمت کی۔ خدمت کرنے میں کبھی اچھے برے، آزاد یا غلام کا فرق نہیں
یا اور قبل اس کے کہ کوئی مجھے میری خدمت کا بدلہ دے وہاں سے چپ چاپ چلا دیا
رتا تھا۔

وان مردی اور ہمت

آپ نے بیان فرمایا کہ میں بچپن میں بہت ڈرتا تھا ایسا کہ گھر سے باہر نہ نکلتا تھا۔
یک رات دل میں شدت سے داعیہ پیدا ہوا کہ اولیاء اللہ کے مزارات کی زیارت کرنا
چاہیے۔ چنانچہ شیخ ابوبکر قفال شاشی اور وہاں سے شیخ خاوند طہور اور خواجہ ابراہیم
کیمیاگر اور اس کے بعد شیخ زین الدین دعائے عارفاں کے مزارات پر گیا اس وقت
سے خوف جان سے دور ہو گیا حتیٰ کہ تاشقند کے تمام بزرگوں کے مزارات پر جو ایک دوسرے
سے فاصلہ پر تھے ایک رات میں سب جگہ گشت کر لیتا تھا۔ بعض مزارات تو ایسی جگہ
واقع تھے کہ لوگ وہاں دن میں بھی تنہا جاتے ہوئے ڈرتے تھے۔ ایک رات شیخ زین الدین
دعائے عارفاں کے مزار کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک پاگل شخص آپہنچا، یہ شخص بڑا لمبا
چوڑا قوی ہیکل و خوفناک شکل کا تھا۔ دن دہاڑے لوگ اس سے ڈرتے تھے اور انھیں
دنوں وہ شخص ایک آدمی کو قتل کر چکا تھا۔ میرے قریب پہنچکر اس نے ڈرانا اور شور مچانا
شروع کیا اور نہایت غصہ سے مجھ سے کہا کہ یہاں سے بھاگ جاؤ۔ میں نے اس کی طرف
توجہ نہ کی اور نہ اس کی طرف دیکھا۔ یہ دیکھ کر وہ دوڑا اور درختوں کی لکڑیاں توڑ کر جمع کرنے
لگا۔ اس کے بعد قریب کی مسجد سے جلتا ہوا چراغ اٹھا لایا۔ اس کا ارادہ تھا کہ لکڑیاں
جلا کر میرے اوپر پھینک دے اور مجھے جلا دے مگر اسی دوران اتنی تیز ہوا چلی کہ چراغ

ٹھنڈا ہوگیا۔ وہ دیر تک وہیں پڑا رہا صبح تک چیختا چنگھاڑتا رہا اور ڈکارتا رہا لیکن کسی نے اس کی طرف مطلق توجہ نہ کی۔ صبح ہونے کے بعد وہ تاشقند کی بازار کی طرف بھاگا وہاں پہنچکر اس نے پھر ایک آدمی کو قتل کر ڈالا۔ یہ دیکھ کر بازار والوں نے اسے گھیر کر مار ڈالا۔

علوم ظاہر

آپ کا ابتدائی زمانہ بیشتر سیر و سیاحت میں گذرا جس کا مقصد بزرگان دین کاملین سے فیضِ صحبت حاصل کرنا تھا۔ سمرقند، بخارا، مرو، خراسان، ہرات اور بلخ میں رہ کر صدہا اکابرین اولیاء اللہ کی صحبت و خدمت سے فیض یاب ہوئے۔ علاوہ حضرت مولانا یعقوب چرخیؒ کے جن سے آپ کو بیعت تھی حضرت شیخ بہاء الدین عمرؒ اور حضرت مولانا نظام الدینؒ کی صحبت میں بھی حاضر رہے اور بعض دیگر بزرگان دین سے بھی ملاقات کی۔ اس سفر کے اثنا میں آپ علوم ظاہری کی پوری تکمیل نہ کر سکے مگر استعداد خداداد تھی، علم لدنی حاصل ہو چکا تھا چنانچہ بڑے بڑے علماء آپ کے حدیث و تفسیر کے وقت انگشت بدنداں رہ جاتے تھے۔ آپ کے مخصوص اصحاب کی فہرست میں بعض اکابرِ علماء کے نام بھی ہیں جو آپ کے علم و فضل کے معترف تھے۔ آپ ارشاد فرماتے تھے کہ "مجموعۂ تحصیلِ ما از مصباح یک دو ورق بیش نیست" (یعنی ہمارے تحصیلِ علم کا مجموعہ مصباح کے ایک دو ورق سے زائد نہیں ہے) اس ارشاد کے سلسلہ میں ایک اور واقعہ درج ہے جس سے حضرت خواجہ کی خداداد قابلیت کا ثبوت ملتا ہے۔ خواجہ فضل اللہ ابو اللیثی جو علمائے سمرقند کے اکابرین میں تھے کہا کرتے تھے کہ میں حضرت خواجہ کے باطنی کمالات سمجھنے و دیکھنے کی اہلیت و صلاحیت نہیں رکھتا تھا مگر اتنا ضرور جانتا ہوں کہ آپ نے اگرچہ علوم ظاہری کم پڑھے لیکن برابر تفسیر کے مطالب پر ایسے سوالات فرمایا کرتے ہیں جس کا جواب کسی بڑے سے بڑے عالم سے بھی بن

غنا اور تموّل

انیس۱۹ سال کی عمر میں حضرت خواجہ سیر و سیاحت کے بعد تاشقند واپس گئے اور وہاں زراعت (کاشتکاری) شروع کی۔ آپ کے پاس تھوڑی مزروعہ زمین تھی لیکن آپ نے لوگوں سے بٹائی پر زمینیں لیں اور اپنی ذاتی محنت و کاوش سے اس میں ترقی دیتے رہے جس میں اس قدر نفع ہوا کہ مال و دولت، جائداد، مویشیوں اور املاک کا اندازہ کرنا ہی مشکل تھا۔ "رشحات" کے مصنف حضرت خواجہ کے آستانہ پر دوسری مرتبہ ۸۹۳ھ میں حاضر ہوئے تو اس وقت تیرہ سو فارم کے آپ کے مالک تھے۔ حضرت کا خود بیان ہے کہ صرف سمرقند کے فارموں کا عشر اسی ہزار من غلہ مرزا سلطان احمد کے زمانہ میں آپ حکومت کو ادا کرتے تھے۔ حضرت مولانا جامی نے آپ کی مدح میں ایک شعر اسی مضمون کے متعلق نظم کیا ہے ؎

ہزارش مزرعہ در زیرِ کشت است
کہ زادِ رفتنِ راہِ بہشت است

(یعنی ان کے زیرِ کاشت ہزار فارم ہیں جو بہشت کی راہ کے جانے کا زادِ راہ ہے)

آپ کی اس جائداد کی کثیر آمدنی رفاہِ عام میں زائد صرف ہوتی تھی۔ ملفوظات میں جگہ جگہ ایسے بہت سے واقعات ملتے ہیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ "مقاماتِ عالیہ" سے ان کا اقتباس مع ترجمہ تحریر کرتا ہوں:

(۱)

روزے ایں فقیر را طلبیدند و فرمودند کہ	آپ نے ایک روز مجھ کو بلا بھیجا اور فرمایا کہ
...... در آخر حیات خود می خواہم	زندگی کے آخری ایام میں میری یہ خواہش ہے
کہ در سر مزارِ پدراں گرسنگان ترکستان را	کہ اپنے آباؤ اجداد کے مزارات پر حاضر

سیر سازم و دراں زماں ترکستان بجہت
قحط شکستہ بہ شاش آمدہ بودند فرمودند
ایں خدمت را من می کنم یا تو فقیر اختیار
آں خدمت کردم بریں وجہ کہ ہر روز چہ مقدار
گوسفند گشتہ می شد و مجموع را بدست خود
بفقرا تخش می کردند و خربزہ کہ در دیہائے
آں نواحی بود ہمہ بفقرا صرف می شد و مشغولی
بجائے رسید کہ در ماہِ رمضان ایں فقیر را
فرصت چیز خوردن نبود۔

ہو کر فقرار کا پیٹ بھروں اور یہ وہ زمانہ
تھا جب ترکستان میں سخت قحط پڑا ہوا
تھا اور آپ اس سے دل شکستہ ہو کر
شاش آئے تھے۔ فرمایا کہ یہ خدمت
میں اپنے ذمہ لوں یا تم لوگے۔ میں نے
اس خدمت کو اپنے سر لے لیا۔ ایک ایک
دن میں اتنی اتنی (بکثرت) بکریاں حلال
کی جاتی تھیں جن کا شمار مشکل تھا۔ میں
خود اپنے ہاتھ سے مزارات پر موجود رہ کر
فقرار کو تقسیم کرتا تھا۔ گرد و نواح میں
جتنا خربوزہ بویا گیا تھا وہ سب انھیں فقرار
کو بانٹ دیا گیا۔ یہ رمضان کا مہینہ تھا
لیکن میری عدیم الفرصتی کا یہ حال تھا کہ
افطار کرنا بھی دشوار ہو جاتا تھا۔

(۲)

وقتے خبر آمد کہ خان و سلاطین قزاق ہمہ اتفاق
کردند کہ آمدہ ولایت را تاراج زنند و خراب
سازند بجہت تسکین ایشاں در فاہیت و صیانت
اطفال و عیال مسلمین و اموال ایشاں مبلغ
پنجاہ و شصت ہزار دینار از اموالِ حلال
خود برائے ایشاں سوغات فرستادند

ایک مرتبہ یہ خبر آئی کہ سلاطین و خوانین قزاقاں
نے باہم اتفاق کر لیا ہے اور اس ملک پر
حملہ کرنے اور لوٹ مار کرنے کی تیاریوں
میں مصروف ہیں۔ آپ نے ملک اور رعایا
کی حفاظت اور مسلمانوں کے عیال و اطفال
کی حفاظت و خیر اندیشی کی غرض سے

...کتابت نوشته فرستادند و درخواست کردند که از آں خیال درگذرند۔ درخواست حضرت ایشاں را شنیده از سر آں اندیشه درگذشتند

..... پچاس ساٹھ ہزار اشرفیاں بطور تحفہ حملہ آوروں کو بھیجیں اور ان سے یہ کہلا بھیجا کہ اپنے ارادۂ بد سے باز آجائیں۔ چنانچہ آپ کے اس فرمانے سے وہ خوفزدہ ہوکر اپنے ارادوں سے باز آگئے۔

(۳)

.... وصیت کرده گفتند ما برخود گرفته بودیم که در رباط میر رباطے عمارت کنیم پارۂ از خشت وغیره سرانجام شده بود دیگر در زمینے که مقابلۂ مسجد نگاریں خریده شده بود مدرسه عمارت کنیم که درآں مدرسه درس تفسیر و حدیث و فقه و مصنفات امام غزالی ...... و پنجاه ہزار دینار را ..... خریده وقف مسجد بازار سوزن فروشاں کرده شود که مدرس و امام موالی و مؤذن را چیزے بیشتر رسد و اگر به مرمت حاجت شود مرمت کرده شود۔ و .... که در زمان حیات ما حاصل آں را جمع کرده پیش ما می آوردند وقف آں مدرسه باشد همچناں که در زمان حیات مخصوص ما بود بعد از ممات نیز ثواب و ثمرات آں عائد باشد۔

.... آپ نے اپنے مرض الموت میں یہ وصیت فرمائی کہ میں نے سوچا تھا کہ ایک اور عمارت اس زمین پر بنوادوں جو مسجد نگاریں کے مقابل میں نے خریدلی ہے اور اس میں تفسیر، حدیث، فقہ اور مصنفات امام غزالی کے درس کے لئے ایک مدرسہ اور کھولوں اور پچاس ہزار اشرفی کی جائداد خرید کر بازار سوزن فروشاں کی مسجد کے لیے وقف کردوں تاکہ مدرس، امام، خدام اور مؤذن کو کچھ زائد دیا جاسکے اور اسی آمدنی سے ان عمارات کی آئندہ مرمت وترقی بھی کی جاسکے۔ اس جائداد کی آمدنی جس طرح میری زندگی میں اس مدرسہ پر خرچ ہورہی ہے میرے بعد بھی اسی طرح خرچ ہو۔

ارشادات

تصوف اور علم باطن کے متعلق آپ کے بہت سے واقعات اور حیرت انگیز تجربے اور خطوط موجود ہیں جو مضمون کے طویل ہو جانے کے خوف سے اس کے تحریر کرنے کی اجازت نہیں دیتے لیکن اس موقعہ پر ان کو قطعاً نظر انداز کرنا بھی مناسب نہیں معلوم ہوتا اور وہ ایک مستند دستاویز کی حیثیت رکھتے ہیں۔ میں یہاں صرف چند عام فہم ارشادات نقل کرتا ہوں:

۱۔ مرتبۂ نبوت کے بعد بادشاہت کا مرتبہ ہے اس سے بڑھ کر سوائے نبوت کے کوئی اعلیٰ مرتبہ نہیں ہو سکتا۔ دین کی امداد اور شریعت کی حفاظت جس قدر شاہان عادل کے ہاتھوں ہو سکتی ہے کسی عام آدمی کے ہاتھوں ممکن نہیں۔ ظالموں اور باغیوں کا دفاع بادشاہ ہی خوب کر سکتے ہیں۔ جس قدر خیرات بادشاہ ایک گھڑی میں کر سکتا ہے دوسرا برسوں میں نہیں کر سکتا۔ قباحت خرابی اور نکبت اس وقت ہوتی ہے جب بادشاہت اور حکومت سعادتِ آخرت کا ذریعہ نہ ہو۔

۲۔ سلطنت اور حکومت یہی ہے کہ خدا اور رسول کے احکام کی پوری پابندی کی جائے۔ حضرت عمرؓ نے اپنے صاحبزادہ پر حدِ شرع جاری کی اور جسم سے روح کی مفارقت کے بعد بھی بقیہ کوڑے لگانے کا حکم دیا۔

۳۔ کوئی عمل اس سے بہتر نہیں کہ امرار اور بادشاہوں کی ڈیوڑھی پر حاضر ہے۔ دولت و ثروت کے لالچ کے لیے نہیں بلکہ صرف اس لیے کہ حاجت مندوں، فقیروں اور مظلوموں کی مدد کرے۔ ایک مرتبہ ایک بزرگ کو راہِ حق میں ایسی دشواری پیش آئی کہ کسی طرح سے مشکل حل نہ ہوتی تھی۔ ان کو تین مرتبہ ہدایت ہوئی کہ فلاں شاہی چوبدار کے پاس جاؤ تاکہ تمہاری مشکل حل ہو۔ انھیں کسی طرح یقین نہیں آتا تھا کہ اس چوبدار سے باطنی امور میں مدد مل سکے گی۔ متواتر الہام اور حکم حق ملنے کے بعد مجبوراً یہ خیال کر کے چوبدار

کے پاس گئے کہ غالباً خداوند تعالیٰ کی اس پر خاص عنایت ہے۔ جب مشکل حل ہو گئی تو چوبدار سے پوچھا کہ تمہارا کون سا عمل خداوند تعالیٰ کو اس قدر پسند آیا کہ یہ دولت باطنی عنایت ہوئی۔ اس نے جواب دیا کہ میں روزانہ صبح اٹھ کر بادشاہ کی ڈیوڑھی پر حاضر ہوتا ہوں اور دن بھر اسی کوشش میں رہتا ہوں کہ میری کوشش سے مظالم اور خلاف شرع امور نہ ہونے پائیں۔ جس روز کامیاب ہو جاتا ہوں خدا کا شکر کرتا ہوں اور ناکامی کی حالت میں صبر اختیار کرتا ہوں جس کے انعام میں مجھ کو ایسا مرتبہ اور ایسی دولت نصیب ہوئی کہ تم جیسے لاکھوں ولی میرے پاس آتے ہیں۔

۴۔ ارشاد فرمایا کہ بادشاہِ عادل خداوند تعالیٰ کے حکم اور اقتدار کے مظہر ہیں ان کو چاہیے کہ اقتدار اور حکومت میں مستقل رہیں تاکہ صحیح معنوں میں مظہرِ حق ہو سکیں۔ سلطنت میں شرکت عیب ہے۔

۵۔ ارشاد فرمایا کہ صحبت کے فوائد بہت ہیں لہذا تھوڑے فائدہ کے لیے صحبت کو ترک نہیں کرنا چاہیے ؎

صحبتِ مرداں اگر یک ساعت است
بہتر از صد خلوت و صد طاعت است

۶۔ ارشاد فرمایا کہ بہت ہنسنا دل کو مردہ کر دیتا ہے ؎

خندہ کم کن کہ خندۂ بسیار
صد دلِ زندہ را بمیراند

۷۔ ارشاد فرمایا کہ انسان کی تخلیق کا اصل مقصد عبادت ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ۔ اور عبادت کا خلاصہ اور اصل مقصد خضوع و خشوع کی صفت کے ساتھ حق تعالیٰ سے آگاہ رہنا ہے۔

۸۔ ارشاد فرمایا کہ حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی فرماتے ہیں کہ اگر مرید شیخ میں کوئی

عیب دیکھے اور اس سے اس کے عقیدہ میں خلل پڑے اور وہ شیخ کے مردود ہو گئے تو وہ منافق ہے۔ مرید کو چاہیئے کہ اس کو شیخ میں سوا کمال کے کچھ نظر ہی نہ آئے۔

۹۔ ارشاد فرمایا کہ مرید کی چشمِ نقص کور (یعنی تنقیدی نظر اندھی) رہے تاکہ وہ پیر کے کمال کے سوا کچھ اور مشاہدہ ہی نہ کرے۔

۱۰۔ ارشاد فرمایا کہ حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی فرماتے ہیں کہ مرید وہ ہے جس کا ارادہ شیخ کے سوا کوئی ارادہ نہ ہو اور وہ تمام ارادوں سے خالی ہو۔

۱۱۔ ارشاد فرمایا کہ علمائے ظاہر کی صحبت سے جنھوں نے علم کو محض دنیا کمانے اور حبِ جاہ کا ذریعہ بنا رکھا ہے۔ گریز کرنا چاہیے۔

خانۂ شرع خراب است کہ اربابِ صلاح

در عمارت گریِ گنبدِ دستارِ خود اند

مضمون کے آخر میں ہم مولانا نور الدین عبد الرحمٰن جامی (جو آپ کے ہم عصر تھے) جو انھوں نے سلسلۂ نقشبندیہ پر تبصرہ کرتے ہوئے اپنی شہرۂ آفاق کتاب "نفحات الانس" میں تحریر کیے ہیں اور ان سے مخاطب دراصل خواجہ علیہ الرحمۃ ہی ہیں نیز سلسلۃ الذہب کے اشعار بھی جو آپ کی مدح میں تحریر کیے ہیں۔ حضرت مولانا جامیؒ کی آپ کی خدمت میں عقیدت و محبت اور اس کا دلچسپ و عجیب واقعہ "سلسلۃ العارفین" میں مفصل مذکور ہے۔ غالباً حضرت مولانا کو بھی کسی وقت حضرت خواجہ کی فقیرانہ شانِ امارت پر سوءِ ظن ہوا جس پر منجانب حق مولانا کو سخت تنبیہ کی گئی۔

نقشبندیہ عجب قافلہ سالارانند	کہ برند از رہِ پنہاں بہ حرم قافلہ را
از دلِ سالکِ رہ جاذبۂ صحبتِ شاں	می برد وسوسۂ خلوت و فکرِ چلہ را
قاصرے گر کند ایں طائفہ را طعن و قصور	حاش للہ کہ بر آرم بہ زباں ایں گلہ را
ہمہ شیرانِ جہاں بستۂ ایں سلسلہ اند	روبہ از حیلہ چساں بگسلد ایں سلسلہ را